عباد اللہ فاروقی

حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
اور
اُن کا عہد

حضرت علی مخدوم ہجویری ؒ کا سن پیدائش کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں۔ تاہم یہ محقق ہے کہ آپ ۴۳۱ھ میں لاہور تشریف لائے اور ۳۴ سال یہاں قیام پذیر رہنے کے بعد ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔

۱۔ تحقیقاتِ چشتی کے بیان کے مطابق حضرت علی ہجویری ؒ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے لاہور میں محض اشاعتِ دین کے لیے تشریف لائے تھے۔ ان کا قافلہ صرف تین آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ایک خود حضرت علی ہجویری ؒ، ایک شیخ احمد حمادی سرخسی اور تیسرے شیخ ابوسعید ہجویری ؒ، جن کے استفسارات کے جواب میں آپ نے "کشف المحجوب" لکھی ہے۔

۲۔ سید محمد لطیف مرحوم (سشن جج لاہور) اپنی کتاب تاریخ لاہور (انگریزی) میں رقمطراز ہیں کہ آپ سلطان مسعود پسر سلطان محمود کی فوج کے پیچھے پیچھے ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء میں لاہور تشریف لائے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۴۳۱ھ میں سلطان مسعود نے ہندوستان پر چڑھائی بھی کی ہوگی۔

۳۔ فرہنگِ آصفیہ جو اردو زبان کی ایک لاجواب اور ضخیم کتاب ہے، حضرت علی ہجویریؒ کا نام اس میں شیخ محمد مخدوم عرف داتا گنج بخش غزنوی لاہوری لکھ کر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ آپ سلطان مسعود بن سلطان محمود کے ہمراہ لاہور تشریف لائے تھے اور زمانۂ تشریف آوری ۴۳۱ھ لکھا ہے۔

تاریخِ لاہور اور فرہنگ آصفیہ کے مصنفوں کا یہ بیان کہ آپ ۴۳۱ھ میں لاہور تشریف لائے قطعی درست ہے۔ لیکن یہ امر کہ آپ سلطان مسعود کی ہمراہی میں یا اس کی فوج کے ساتھ غزنی سے لاہور روانہ ہوئے تحقیق طلب ہے۔ اس لیے کہ ۴۳۱ھ میں جب حضرت علی ہجویریؒ لاہور میں آئے ہیں سلطان مسعود پنجاب میں نہیں آیا۔ بلکہ وہ ۴۳۰ھ کے شروع میں جہلم پہنچا ہے۔ اس کے بعد جب دوسرا سفر جو سلطان مسعود نے کیا ہے وہ ۴۳۲ھ کے ابتداء میں ہے جس میں وہ اٹک تک ہی پہنچنے پایا تھا کہ اس کے بھائی نے اسے گرفتار کر لیا۔

اس سے انکار نہیں کہ مسلمان بادشاہ کسی غیر اسلامی ملک پر حملہ کرتے وقت علماء و صوفیاء کی ایک جماعت بھی اپنے ہمراہ لایا کرتے تھے جو اپنے گفتار و کردار اور اپنے حسنِ خلق سے کفر کی تاریکی کو اسلام کی نورانی شعاعوں سے دور کر دیتے تھے۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ ۴۳۱ھ میں حضرت علی ہجویری لاہور آئے۔ سلطان مسعود نے پنجاب پر کوئی حملہ نہیں کیا ہے بلکہ وہ پنجاب میں ۴۳۰ھ اور ۴۳۲ھ کے شروع میں آیا۔ نیز اس کا دوسرا سفر حملہ کے لیے نہیں بلکہ اپنے بچاؤ کے لیے تھا۔ اور وہ پنجاب سے فوج لے کر غزنی سے سلجوقیوں اور ترکمانوں کا اثر کم کرنا چاہتا تھا۔ ان حالات میں یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ وہ علماء اور صوفیاء کا ایک گروہ بھی ساتھ لایا ہو۔

کہا جاتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر ۱۷ حملے کیے، سومنات کو توڑا لیکن اس کا مقصد بت شکنی اور لوٹ مار کے سوا کچھ نہ تھا وہ ایک مختصر اور چھوٹی سی حکومت کا مالک تھا، اس کے وسائل و ذرائع بھی محدود تھے اس کی طاقت بیس ہزار سے لے کر پچاس ہزار جوانوں تک محدود تھی، اس لیے وہ اس قلیل فوج

کے ساتھ ہندوستان جیسے ملک کے دُور دراز حصوں میں مستقل حکومت قائم نہیں رکھ سکتا تھا اس لیے فوراً واپس لوٹ جاتا تھا۔

اِس لیے ضرورت اس بات کی تھی کہ ہندوستان کی تسخیر ایسے باکمال صاحب دل کے ہاتھوں عمل میں آئے جو اپنے مستقل قیام سے کفر و ضلالت کے خلاف ایسی روحانی تدابیر اختیار کرے کہ لوگ خود بخود مشرف باسلام ہوتے چلے جائیں۔ چنانچہ کارکنانِ قضا و قدر نے یہ کام حضرت علی مخدوم ہجویریؒ کے سپرد کیا، جو انھوں نے اپنے ۳۴ سال کے قیامِ لاہور سے انجام دیا۔ یہ ان کا فیضِ نظر تھا کہ آج اس ظلمت کدہ میں اسلام کی مشعلیں روشن ہیں ؎

صد مُلکِ دل بہ نیم نگاہ مے تواں خرید
خُوباں دریں معاملہ تقصیر مے کنند

حافظ

لاہور آنے سے پہلے حضرت علی ہجویریؒ نے اکثر ممالک ماوراء النہر، خراسان، آذربائیجان وغیرہ کی سیاحت کی تھی اور علوم ظاہری و باطنی میں بھی بتوجّہ پیر کامل درجۂ کمال حاصل کرلیا تھا۔ چنانچہ اندازہ ہے کہ جب لاہور میں آپ کا وُرود مسعود ہوا اس وقت آپ کی عُمر تیس برس سے کم نہ تھی۔ اس حساب سے آپ کا سن پیدائش ۴۰۰ھ کے قریب قریب متعین ہوتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ امیر سبکتگین کی وفات (۳۸۷ھ / ۹۹۷ء) کو تیرہ برس گزر چکے تھے اور لاہور اس کے حملوں سے پامال ہوچکا تھا۔ ۴۰۰ھ تک سلطان محمود ہندوستان پر چھ حملے کرچکا تھا۔ اور ساتویں مہم (۴۰۰ھ) میں مصروف تھا[1]۔ ۴۰۱ھ میں سلطان نے سوری پٹھانوں کے دارالحکومت غور پر (جو

---

[1] طبقات اکبری اور تاریخِ فرشتہ میں ساتویں اور آٹھویں مہم کو ایک ہی واقعہ ظاہر کیا ہے مگر حبیب السیر اور تاریخ یمینی اور روضۃ الصفاء کے حوالہ سے مولانا ذکاء اللہ دہلوی نے اپنی تاریخ ہند کی جلد اول میں اس کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔

ہرات کے مشرقی پہاڑوں میں واقع تھا) چڑھائی کی اور اس کو تسخیر کرلیا۔

باوجود اصل وطن غزنی ہونے کے حضرت علی ہجویریؒ بالعموم ہجویری اور جلابی کے نام سے مشہور ہیں۔ شہزادہ داراشکوہ سفینۃ الاولیاء میں رقمطراز ہے کہ شہر غزنی میں ہجویر اور جلاب دو محلے تھے۔ حضرت کی والدہ ماجدہ ہجویر کی رہنے والی تھیں۔ اور آپ کی پیدائش بھی اسی محلہ کی ہے۔ آپ کے والد ماجد جلاب کے رہنے والے تھے لیکن بعد میں آپ نے ہجویر میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ اسی وجہ سے آپ ہجویری اور جلابی مشہور ہیں۔

نفحات الانس میں لکھا ہے کہ کنیت آپ کی ابوالحسن تھی، اور نام علی بن عثمان بن علی الجلابی غزنوی۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جلاب شہر غزنی ہی کے ایک حصہ یا محلہ کا نام ہے حضرت ہجویریؒ جنیدیہ فرقہ میں شامل تھے۔ آپ کے پیر طریقت کا نام ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی قدس سرہ ہے اور علم دین کے استاد شیخ ابوالقاسم ہیں[۱]۔

حضرت علی ہجویریؒ کے زمانہ میں غزنی کے سیاسی حالات

ہندوستان اور افغانستان کے درمیان سب سے پہلی چپقلش راجہ جے پال والیٔ لاہور کے عہد میں ہوئی۔ جس نے یہ دیکھ کر کہ سلطان سبکتگین والیٔ غزنی ایک زبردست فوج تیار کر رہا ہے جس سے آئندہ اس کی سلطنت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، غزنی پر حملہ کردیا نتیجہ یہ ہوا کہ افغانستان اور ہندوستان میں جنگ وجدل کا راستہ کھل گیا۔ اس جنگ میں ہندوستانی فوج کو شکست ہوئی۔ راجہ جے پال قید ہوگیا جس نے مستقل خراج اور تاوان جنگ میں ایک کثیر رقم دینے کا وعدہ

---

[۱] حضرت علی ہجویریؒ کے زمانہ میں ابوالقاسم نام کے کئی شیخ گزرے ہیں مگر جن سے حضرت کی ملاقات ہوئی وہ دو ہیں۔ اور جس شیخ ابوالقاسم کو آپ نے کشف الاسرار میں علم دین کا استاد لکھا ہے، وہ شیخ ابوالقاسم گرگانی تھے۔

کرکے جان بخشی کرائی۔ لیکن لاہور پہنچتے ہی راجہ جے پال نے بدعہدی کی، افغانی سفیر کو قتل کرڈالا اور تاوان وخراج دینے سے انکار کردیا۔ یہ بھی ہندوستانی راجہ کی دوسری غلطی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان محمود سبکتگین نے ہندوستان پر چڑھائی کردی اور راجہ جے پال کو شکست دی اور پشاور شہر پر افغانوں کا قبضہ ہوگیا۔

راجہ جے پال کی دوسری شکست کے بعد سلطان سبکتگین راستہ ہی میں وفات پاگئے۔ اور سلطان محمود غزنوی تخت نشین ہوئے۔ پنجاب کے راجاؤں نے پھر سابقہ عہدنامہ کی خلاف ورزی کی اور محمود غزنوی کو پہلا حملہ کرنا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لاہور پر اس کا قبضہ ہوگیا لیکن اس نے خراج اور تاوان وصول کرنے کے سوا کچھ نہ لیا اور غزنی واپس چلا گیا۔ اس لڑائی میں اجمیر، کالنجر، دہلی، کانگڑہ وغیرہ کے راجاؤں نے لاہور کے راجہ کی مدد کی تھی، اس لیے محمود غزنوی نے اُن تمام کو علحدہ علحدہ سزا دینا مناسب سمجھا۔

سُلطان محمود غزنوی ۲۳ ربیع الآخر ۴۲۱ھ کو فوت ہوا، اس کے بعد تخت اس کے بیٹے مسعود کے قبضہ میں آیا۔ مسعود نے اپنے دُوسرے بھائی امیر محمد کو اندھا کردیا تھا۔ سُلطان محمود کی وفات سے نو یا دس سال بعد ۴۳۰ھ تک حضرت علی ہجویریؒ غزنی میں رہے۔

چونکہ ایک ہی بادشاہ کی حکومت تھی اور ملک کا دُوسرا دعویدار (امیر محمد) اندھا کرکے قید میں ڈال دیا گیا تھا، اس لیے ملک کی حالت زیادہ تشویشناک نہ تھی۔ البتہ سلطان مسعود سلجوقیوں اور ترکمانوں سے ضرور برسرپیکار رہا۔ جرجان اور طبرستان کی فتح کے بعد وہ ہندوستان بھی آیا اور ہانسی اور سونی پت کے قلعوں کو فتح کیا۔ لیکن اس کی غیر حاضری میں ترکمانوں اور سلجوقیوں نے بغاوت کردی اور امیر محمد کو تخت پر بٹھا دیا۔ اس پر ہی اکتفا نہ کیا گیا بلکہ سلطان مسعود کے خلاف لڑنے کے لیے اسے دریائے سندھ کے پار لے گئے، جہاں سلطان مسعود نے شکست کھائی اور قلعہ میں نظر بند ہونے کے بعد قتل کردیا گیا۔

یہ تھے حالات، جن کے تحت حضرت ہجویریؒ نے غزنی سے لاہور آنے کا

قصد کیا۔

حضرت کی تشریف آوری سے پہلے لاہور کی حالت

۳۶۷ھ مطابق ۹۷۷ء سے پہلے پنجاب دہلی، کالنجر وغیرہ صوبہ جات میں ہندوؤں کی حکومت تھی۔ ۹۷۷ء میں امیر سبکتگین اپنے جلوس کے پہلے ہی سال میں لاہور پر حملہ آور ہوا اور نہ صرف لاہور بلکہ ملتان کا صوبہ بھی اپنے قبضہ میں کر لیا۔ چونکہ راجہ جے پال نے بدعہدی کی تھی اس لیے سبکتگین نے دوبارہ لاہور پر حملہ کیا۔

سبکتگین کی وفات کے بعد ۳۹۱ھ میں سلطان محمود نے لاہور پر حملہ کیا اور اپنے باپ کے قدیمی دشمن راجہ جے پال کو شکست فاش دی اور خراج کا عہد و پیمان کر کے اسے رہا کر دیا۔ راجہ کو باپ بیٹوں سے تین دفعہ شکستِ فاش مل چکی تھی، وہ اس شرم کی تاب نہ لا کر خود زندہ جل مرا۔

اسلامی فتوحات کے ساتھ ساتھ ہی اشاعتِ اسلام کا دائرہ بھی وسیع ہو رہا تھا۔ اور خدائے واحد کی پرستش کروڑہا دیوتاؤں پر غالب آ رہی تھی، بلکہ ملتان میں ایک مسلمان حاکم حمید لودھی بھی موجود تھا، مگر اس کا پوتا ابوالفتح داؤد جو قرامطی مذہب کا پیرو تھا، دینِ اسلام میں رخنہ اندازی کر رہا تھا، اس لیے محمود غزنوی کو اسے بھی شکست دینا ضروری تھا، چنانچہ ملتان پر حملہ کیا گیا اور ابوالفتح داؤد کو شکست دی گئی۔

غرض محمود غزنوی نے جس قدر حملے ہندوستان پر کیے وہ سب لاہور ہی کے راستے سے ہوئے۔ چونکہ یہاں اسلامی حکومت کا قیام نہ ہوا اس لیے اشاعتِ اسلام کا کام بھی رکا رہا۔ ۴۳۳ھ میں سلطان محمود غزنوی کے بیٹے مسعود کی طرف سے قاضی شیرازی لاہور کے حاکم اور تمام پنجاب کے ذمہ دار افسر تھے۔

حضرت کی تشریف آوری کے وقت لاہور کی حالت

جیسا کہ گذر چکا ہے حضرت علی ہجویریؒ لاہور میں ۴۳۱ھ میں تشریف لائے۔ اس وقت غزنی اور لاہور میں سلطان مسعود کی حکومت اپنے آخری لمحے پورے کر رہی تھی

کیونکہ اسی سال کے آخر اور اگلے سال کے شروع میں سلطان مسعود اپنے اندھے بھائی امیر محمد کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قید خانہ میں ڈالا گیا۔ جب غزنی میں خانہ جنگی برپا تھی، تو لاہور اور ہندوستان کے دیگر صوبوں پر اس کا اثر ہونا لازمی تھا۔ لاہور تو ہندوستان کا ہیڈکوارٹر اور دارالسلطنت تھا۔ یہاں سلطان مسعود کے چھوٹے بیٹے مجدود نے قبضہ کرلیا اور ہانسی اور تھانیسر تک اپنا استقلال جمالیا۔ ادھر سلطان مودود (جو امیر محمد اور اس کے بیٹے احمد کے بعد تخت غزنی پر بیٹھا تھا) اپنے بھائی کے لیے لشکرِ جرار کی تیاری کرنے لگا، اور دوسرے مقامات کے راجاؤں نے اس خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ہانسی اور تھانیسر کے مسلمانوں کو محصور کرلیا۔ محصورین نے اہلِ لاہور سے مدد مانگی مگر باہمی رنجش کے سبب کمک نہ آئی، اس لیے بُت خانے پھر قائم ہو گئے۔ اور اتفاق ایسا ہوا کہ مجدود اپنے خیمہ میں مُردہ پایا گیا، جس سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے۔

یہ حال دیکھ کر پنجاب اور گرد و نواح کے راجاؤں نے لاہور کا محاصرہ کرلیا۔ مسلمانوں پر یہ بڑا نازک وقت تھا۔ بیشتر اس کے کہ غزنی سے مدد آئے۔ ہندو راجاؤں نے سلطان مودود کی اطاعت قبول کرلی۔

یہ تھے حالات جب حضرت علی ہجویریؒ اشاعت دین کا عزم لے کر وارد ہند ہوئے اور لاہور کے پرآشوب حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے لیکن آپ کی خداداد ہمت کے سامنے کوئی چیز آڑے نہ آئی اور آپ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے برابر کوشاں رہے۔

حضرت علی ہجویریؒ کا زمانہ علماء، فضلاء، شعراء اور صوفیہ کا دور تھا۔ محمود غزنوی کے دربار میں کئی نامور شعراء اور علماء موجود تھے جو اس کے بعد بھی موجود رہے۔ سلطان خود فقراء اور گوشہ نشینوں کا بڑا معتقد تھا۔ یہاں حضرت علی ہجویریؒ کے عہد کے چند بزرگوں کے نام لکھے جاتے ہیں جن کا ذکر مولانا جامیؒ نے "نفحات الانس" میں کیا ہے، ورنہ اگر پوری فہرست مرتب کی جائے تو یہ سلسلہ بہت طویل ہو جائے گا۔

۱۔ شیخ ابو القاسم گرگانی :- یہ حضرت کے علمِ دین کے استاد تھے۔

۲۔ شیخ ابو القاسم قشیری :- صاحبِ تصنیف صوفی تھے، ان کا رسالہ قشیریہ مشہور ہے جس کا

اُردو ترجمہ حال ہی میں پیر محمد حسن صاحب نے کیا ہے۔ ربیع الآخر ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ آپ عربی اور فارسی کے شاعر بھی تھے۔ حضرت ہجویریؒ سے آپ کی کئی بار ملاقات ہوئی۔

۳۔ شیخ ابوالعباس شقانیؒ:۔ آپ کا نام احمد بن محمد ہے۔ اصول و فروع کے امام تھے۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ بعض علوم میں میرے استاد تھے۔

۴۔ باب فرغانیؒ:۔ نام عمر ہے، فرغانہ میں رہتے تھے۔ حضرت ہجویریؒ آپ کو فرغانہ میں ملے تھے۔

۵۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر:۔ اصل نام فضل اللہ بن ابوالخیر ہے۔ حضرت ہجویریؒ نے بقولِ بعض آپ سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ نفحات الانس میں آپ کے حالات تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔

۶۔ حکیم سنائی:۔ آپ حضرت داتا گنج بخشؒ سے کئی سال پہلے پیدا ہوئے اور ان کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے۔ اندازہ ہے آپ کی عمر ایک سو چالیس برس ہوئی۔ نفحات الانس میں آپ کا سن وفات ۵۲۵ھ لکھا ہے۔

وفات

آپ کے سال وفات میں کچھ اختلاف ہے۔ مولانا جامی نفحات الانس میں ۴۶۵ھ لکھتے ہیں۔ صاحب تذکرۃ الاصفیاء ۴۶۴ھ، حضرت داراشکوہ سفینۃ الاولیاء میں ۴۶۶ھ اور رائے بہادر کنہیا لال مصنف تاریخ لاہور (اردو) اور خان بہادر سید محمد لطیف مصنف تاریخ لاہور (انگریزی) اور صاحب فرہنگِ آصفیہ مولوی سید احمد دہلوی ۴۶۵ھ متعین کرتے ہیں۔ چنانچہ مزار مبارک کے اندر والے دروازے پر بھی جو قطعۂ تاریخ درج ہے اس میں بھی "سال وصلش برآمد از سردار" ۴۶۵ھ لکھا ہے۔

۴۶۵ھ میں جب حضرت کا انتقال ہوا ہے تو سلطان ظہیر الدولہ و نصیر الملۃ رضی الدین سلطان ابراہیم تخت غزنی پر متمکن تھا اور لاہور اور پنجاب بھی اسی کے زیر نگین تھے۔ سلطان ابراہیم ۴۵۰ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس کی وفات بقول بعض ۴۸۶ھ اور بقول بعض ۴۹۲ھ بیان کی جاتی ہے۔

تاریخ لکھائے وفات حضرت سید علی مخدوم ہجویریؒ | مزار کی اندرونی ڈیوڑھی پر جس کی

میناکاری کا کام اب بھی اس کی قدامت اور مٹی ہوئی شوکت کو ظاہر کر رہا ہے حسب ذیل قطعہ سنگ مرمر پر لکھا ہوا ہے ؎

این روضہ کہ بانیش شدہ فیض است
مخدوم علی راست کہ با حق پیوست
در ہستی نیست شد ہستی یافت
زاں سال وصلش افضل آمد او ہست
۴۶۵ھ

صحن مزار اور مسجد کے دروازہ پر یہ اشعار لکھے ہیں ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانقاہ علی ہجویری ست — خاک جاروب از درش بردار
طوطیا کن بدیدۂ حق بیں — تاشوی واقف در اسرار
چونکہ سردار ملک معنی بود — سال وصلش برآید از سردار
۴۶۵

یہ دونوں قطعات تاریخ نہایت قدیم ہیں۔ صاحب قطعہ نے اپنا نام کہیں نہیں لکھا۔ تحقیقات چشتیہ میں ہے کہ پہلا قطعہ حضرت مولانا جامی کا لکھا ہوا ہے مگر خود مولانا جامی نے نفحات الانس میں حضرت کا ذکر کرتے ہوئے اس قطعہ کو نہیں لکھا۔

ذیل کا قطعہ صاحب تحقیقات چشتیہ مولوی نور احمد کے والد مولوی احمد بخش یکدل کا لکھا ہوا ہے، ملاحظہ ہو ؎

شیخ عالی علی ہجویری
بود مخدوم ہر صغار و کبار
ہست سردار زبور لاہور
۴۶۵ ۴۶۵ ۴۶۵
طرفہ تاریخ وصل آں سردار

لفظ "ہست"، "سردار" اور "زبور لاہور" سے علحدہ علحدہ ۴۶۵ھ نکلتا ہے۔